ابو سعید حنیف احمد محمود-برطانیہ

❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت اخلاقیات

وقت 5-7 منٹ

بِکھرنا-نِکھرنا-اور خودی

اللہ تعالیٰ قرآنِ شریف میں فرماتا ہے۔

وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ۚ اِنَّکَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ وَلَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا (بنی اسرائیل:38)

اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ تُو یقیناً زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور نہ قامت میں پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتا ہے۔

یارو! خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں؟
خُو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں؟
باطل سے مَیل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں؟
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں؟
کب تک رہو گے ضد و تعصّب میں ڈوبتے؟
آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یا نہیں؟
کیونکر کرو گے ردّ جو محقّق ہے ایک بات؟
کچھ ہوش کرکے عذر سناؤ گے یا نہیں؟
سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب
پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں؟

سامعین! آج کل واٹس ایپ پر مختلف میسجز ملتے رہتے ہیں جن میں سے بعض بڑے سبق آموز اور نصیحت آمیز ہوتے ہیں۔ کچھ دن قبل یہ میسج ملا کہ ”بِکھرنے اور نِکھرنے میں ایک نقطے کا فرق ہے اور وہ نقطہ آپ خود ہیں۔“ اِس مختصر فقرے میں پند و نصائح کا ایک دریا بہہ رہا ہے۔ سب سے بڑا سبق ایک نقطے کے درست اور صحیح استعمال کے متعلق ہے۔ کسی لفظ پر نقطہ کے اوپر نیچے ہونے یا اِدھر اُدھر کرنے یا دائیں بائیں لگانے سے بات کا مفہوم یا مضمون ہی بدل جاتا ہے۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے کہ

ہم دعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے
ایک نقطے نے ہمیں مَحرم سے مجرم کر دیا

اِس طرح بے شمار الفاظ کے معانی صرف نقطے کی تبدیلی یا نقطے کو آگے پیچھے کرنے سے بدل جاتے ہیں۔ جیسے دلیل ذلیل، جلوہ حلوہ، عرض غرض وغیرہ۔ یہی مفہوم بِکھرنے اور نِکھرنے میں ادا ہو رہا ہے۔ اِس میں انسان کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ تمہارے اعمال اور اقوال سے تُم خود بھی بکھر جاؤ گے اور تمہارے خاندان کا شیرازہ بھی بکھر جاتا ہے اور اِس کے بالمقابل تمہارے عمدہ اقوال اور اچھے اعمال سے نہ صرف تُم نِکھر کر سامنے آتے ہو بلکہ اگر تُم جیسے چند لوگ اَور تمہارے ساتھ مل جائیں تو معاشرے میں محلّے میں نِکھار پیدا کر سکتے ہیں۔ اِس فقرہ میں نقطے کو کمال حکمت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور نقطے سے بارڈر بھی مراد ہے اور انسان کو نقطہ کہہ کر بتایا گیا ہے کہ ایک طرف اتّحاد ہے تو دوسری طرف انتشار ہے۔ اگر نقطہ صحیح جگہ لگ گیا اور نِکھرنے کی نون کے نقطہ بننے کو ترجیح دی تو ایک ایسی جماعت میں لکھے جاؤ گے جہاں خلافت کی انعامات سے فائدہ اٹھاؤ گے اور اگر بارڈر کو اپنے ایک قدم سے عبور کر کے دوسری طرف آ گئے بِکھرنے کی باء کا نقطہ بنے تو ماسوائے افترا تفری، انتشار، لڑائی جھگڑا کے

کچھ نہیں ملے گا۔اِسی لئے مَیں نے آج کی تقریر کا عنوان "**بکھرنا۔ نکھرنا ۔۔۔اور خودی۔**" رکھا ہے۔اِس مضمون کو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس شعر میں بھی ادا کرسکتے ہیں۔

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے! یہ نسخہ بھی آزما

سامعین! یہاں خود کے ایک معنی اپنے آپ کے ہیں۔ جو مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں۔اِس کے ایک معنی خودی یعنی اَنا، تکبّر، ریاکاری اور اپنے اندر کی "مَیں" کے ہیں۔ کیونکہ ہماری زبان، ہمارے معاشرے میں، ہمارے ماحول میں "مَیں" کا لفظ کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ جس سے بندے کی اَناکا اظہار ہوتا ہے۔اِسی لئے جو بہت زیادہ مَیں مَیں کرے اُسے کہتے ہیں کہ آپ نے کیا مَیں مَیں لگائی ہوئی ہے۔

خودی بہت وسیع لفظ ہے۔اِس میں بہت سے اخلاقِ سیئہ Involve ہو جاتے ہیں جن کا تعلق تکبّر، اَنا، غرور، شیخی مارنا، تعلّی ظاہر کرنا، فخر و مباح، نمود و نمائش اور اپنی ذاتوں پر ناز کرنا ہے اور خودی کے لفظ میں خود سے تعلق رکھنے والے الفاظ کو دیکھیں تو اِن معنوں میں خود شناسی، خود نمائی، خود آرائی، خود پرست، خود سری، خود غرضی، خود رائی، خود ستائی اور خود پسندی۔ اللہ تعالیٰ کو خودی ہر گز پسند نہیں ہے۔ ایک محاورہ ہے۔خودی اور خدائی میں بیر ہے۔یعنی خدا غرور کو پسند نہیں کرتا۔ تکبّر اور خودی ایک ایسی بیماری جسے اُمّ الخبائث کہا جاسکتا ہے۔ایک محاورہ یہ ہے اپنے اندر کی آواز کو سُنا کرو یعنی انسان اگر اپنا لحہ بہ لحہ محاسبہ کرتا رہے اور اپنے اندر کی آواز کو وہ سُنے کیونکہ کوئی اور تو اُس کے اندر کی آواز کو سُن نہیں سکے گا تو کسی کی طرف سے اُس کو دی گئی پُھوک اُس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔وہ آپے سے باہر نہیں ہو سکتا بلکہ اُس کے اندر کی آواز اُسے اپنی حیثیت، مقدور اور بساط میں رکھتی ہے۔

سورۃ لقمان میں حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو چند نصائح کیں اُن میں سے ایک نصیحت یہ ہے۔ کہ نخوت سے انسانوں کے لئے اپنے گال نہ پُھلا۔ زمین پر یونہی اَکڑتے ہوئے نہ پِھر۔اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو دھیما رکھ کیونکہ سب سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔اِن دو آیات میں حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو یہ بھی متنبّہ کر دیا کہ اللہ کسی تکبّر کرنے والے اور فخر و مباہات کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔(لقمان:19-20)

سامعین! اِسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان آیت 64 میں وہاں بیان فرمایا جہاں عبادُ الرحمن کی صفات کا ذکر کیا اور اِس بیماری سے اُٹھنے والے نقصانات کی اہمیت کے پیش نظر عبادُ الرحمن کی بیان شدہ 13 صفات میں سے سب سے پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ **اوّل** وہ زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور **دوم** جب جاہل اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ جواباً لڑنے جھگڑنے کے بجائے سلامتی کی دُعا دیتے ہیں۔بس اظہار میں تکبّر اور دکھاوا نہیں ہونا چاہیئے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ذرا بھر بھی تکبّر ہے۔ایک شخص نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! انسان پسند کرتا ہے کہ اُس کا لباس اچھا ہو اور اُس کا جوتا اچھا ہو۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جمیل یعنی خوبصورت ہے وہ جمال یعنی خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبّر اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے حق کا انکار کرنا ہے اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 683 حدیث 864)

پھر آپؐ نے فرمایا۔

انسان جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُتنا ہی اُسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔

(مسلم کتاب البرّ والصلۃ)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

"وہ عبادالرحمن جنہوں نے دنیا میں انکسار اور عدل و انصاف کے ساتھ اپنی عمر بسر کی۔ جو دن کے اوقات میں بھی احکامِ الٰہی کے تابع رہے اور رات کی تاریکیوں میں بھی سجدہ و قیام میں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے اور دعائیں کرتے رہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرتے ہوئے اُنہیں ساتویں آسمان پر جگہ عنایت فرمائے گا یعنی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رکھے جائیں گے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر رہی ہیں۔(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 207-208)۔ اِس کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بھی اشارہ فرمایا ہے کہ اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَآءِ

السَّابِعَةِ (کنزالعمال جلد2 صفحہ 52) کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان میں جگہ دیتا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے خدا کے لئے ھَوْن اور تَذَلُّل اختیار کیا ہوگا اس لئے خدا تعالیٰ بھی اُنہیں سب سے اونچا مقام رفعت عطا فرمائے گا اور اُنہیں منازل قرب میں سے سب سے اونچی منزل عطا کی جائے گی۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 597)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ خودی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"انبیاء میں بہت سے ہنر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک ہنر **سلبِ خودی** کا ہوتا ہے۔ ان میں خودی نہیں رہتی۔ وہ اپنے نفس پر ایک موت وارد کر لیتے ہیں۔ کبریائی خدا کے واسطے ہے۔ جو لوگ تکبر نہیں کرتے اور انکساری سے کام لیتے ہیں وہ ضائع نہیں ہوتے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 216)

آپؑ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"انسان بیعت کنندہ کو اوّل انکساری اور عجز اختیار کرنی پڑتی ہے اور اپنی خودی اور نفسانیت سے الگ ہونا پڑتا ہے تب وہ نشوونما کے قابل ہوتا ہے لیکن جو بیعت کے ساتھ نفسانیت بھی رکھتا ہے اسے ہرگز فیض حاصل نہیں ہوتا۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 455)

پھر آپؑ نے فرمایا:

"میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔...ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اس نے بھی تکبّر سے حصہ لیا ہے۔...کوشش کرو کہ کوئی حصّہ تکبّر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل وعیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دُنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دُنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو۔"

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 402-403)

سامعین! پھر حضورؑ نے سفید کپڑا اور صحبت کی مثال دیتے ہوئے خودی کے حوالے سے فرمایا۔

"کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) بھی اسی واسطے فرمایا گیا ہے۔ سادھ سنگت بھی ایک ضرب المثل ہے۔ پس یہ ضروری بات ہے کہ انسان باوجود علم کے اور باوجود قوت و شوکت کے امام کے پاس ایک سادہ لوح کی طرح پڑا رہے تا اس پر عمدہ رنگت آوے۔ سفید کپڑا اچھا رنگا جاتا ہے اور جس میں اپنی خودی اور علم کا پہلے سے کوئی مَیل کچیل ہوتا ہے اس پر عمدہ رنگ نہیں چڑھتا۔ صادق کی معیت میں انسان کی عقدہ کشائی ہوتی ہے اور اسے نشانات دئے جاتے ہیں جن سے اس کا جسم منوّر اور روح تازہ ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 262-263 ایڈیشن 2022ء)

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

سامعین! آپؑ فرماتے ہیں کہ

"بعض نادان ایسے بھی ہیں جو ذاتوں کی طرف جاتے ہیں اور اپنی ذات پر بڑا تکبّر اور ناز کرتے ہیں۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ذات کچھ بھی چیز نہیں ہے۔...مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے قرب سے زیادہ دُور پھینکنے والی اور حقیقی نیکی کی طرف آنے سے روکنے والی بڑی بات یہی ذات کا گھمنڈ ہے کیونکہ اِس سے تکبّر پیدا ہوتا ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً کہا گیا کہ "تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں" اِس میں لفظ "اُس" کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایسی عاجزی، فروتنی اور انکساری کو دیکھ کر کسی نے آپؑ سے کہا کہ آپؑ کا لوگ ادب نہیں کرتے اور ہر کوئی آپ سے بات کرتا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ:

"میرا یہ مسلک نہیں میں ایسا تُندخُو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مُجھ سے ایسے ڈریں، جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں اور بُت بننے سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ مَیں تو بُت پرستی کے ردّ کرنے کو آیا ہوں نہ یہ کہ مَیں خود بُت بنوں اور لوگ میری پُوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مَیں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبّر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبّر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 41-42)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"عاجزی اور انکساری کی عادت بھی پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ کو انکسار اور عاجزی بہت پسند ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہیں تلاش کرنی ہیں تو پھر عاجزانہ راہوں کی تلاش کرنی ہو گی...

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اِسی سے دخل ہو دارالوصال میں

پس اصل مقام انسان کو اپنی بڑائی بیان کرنے یا فخر سے گردن اکڑانے یا دوسروں پر اپنی برتری ثابت کرنے سے نہیں ملتا بلکہ خدا تعالیٰ کے قرب کا مقام عاجزی اختیار کرنے سے ملتا ہے۔"

(افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ برطانیہ 2021ء)

آئیں! اب اپنے آقا و مولیٰ اور مطاع حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وخصائل کو لیتے ہیں۔ آپؐ کسی کی مذمّت و تحقیر نہ کرتے اور نہ توہین و تنقیص۔ نہ اتنی تعریف جیسے وہ آپؐ کو بے حد پسند ہو۔ آپؐ کسی دُنیوی معاملہ کی وجہ سے نہ غصّہ ہوتے نہ بُرا مناتے۔ اپنی ذات کے لئے کبھی غصّہ نہ ہوتے اور نہ اس کے لئے بدلہ لیتے۔ آپؐ کے اخلاق و اطوار قرآن کے عین مطابق تھے۔

(حدیقۃُ الصالحین صفحہ 45-50)

آپؐ کی عادات میں لکھا ہے۔

اپنے اونٹ کو خود چارہ ڈالتے گھر کے کام کاج خود کرتے...... خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے، آٹا پیستے پیستے اگر وہ تھک جاتا تو اس میں اس کی مدد کرتے، بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے، امیر غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے۔ اگر کوئی معمولی کھجوروں کی دعوت دیتا تو آپ اسے حقیر نہ سمجھتے اور قبول کرتے۔ خدا کے خوف سے فکر مند رہتے لیکن تُرش روئی اور خشکی نام کو نہ تھی۔ منکسر المزاج تھے۔

(حدیقۃُ الصالحین صفحہ 63-64)

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تکبّر نام کو بھی نہ تھا نہ آپ ناک چڑھاتے اور نہ اس بات سے بُرا مناتے اور بچتے کہ آپ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلیں اور ان کے کام آئیں اور ان کی مدد کریں یعنی بے سہارا عورتوں اور مسکینوں اور غریبوں کی مدد کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتے اور اس میں خوشی محسوس کرتے۔"

(حدیقۃُ الصالحین صفحہ 67)

ایک جگہ فرمایا۔ مجھے غریبوں میں تلاش کرو۔ خاک میں ملنے کا طریق بیان کرتے ہوئے آپؐ فرماتے ہیں۔

"اے لوگو! سلام کو عام کرو، ضرور تمندوں کو کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو اگر تم ایسا کرو گے تو تم امن اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

(حدیقۃُ الصالحین صفحہ 51-52)

فرمایا۔ تم مجھے کبھی بھی بخل سے کام لینے والا، بڑ ہانکنے والا یا بزدلی دکھانے والا نہیں پاؤ گے۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد)

آپؐ کی تمام زندگی میں انتہائی سادگی اور انکساری کا عنصر نمایاں تھا۔ اگر دیگر بادشاہوں کے رہن سہن اور فاخرانہ لباس کو دیکھیں تو وہ تکبّر و غرور اور بے جا تکلفات میں اپنی مثال آپ تھے مگر ان کے بالمقابل آپؐ گھر کے کام کاج خود کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ نے بازار سے پاجامے خریدے۔ حضرت ابو ہریرہؓ آپؐ کے ہمراہ تھے۔ حضرت اُبو ہریرہؓ نے چاہا کہ یہ پاجامے مَیں پکڑ لوں مگر آپؐ نے فرمایا نہیں! جس کی چیز ہے اُسی کو اٹھانی ہے۔

(تقاریر سیرت و شمائل محمدؐ از حنیف محمود صفحہ 153)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمتّع دنیاوی کا یہ حال تھا کہ ایک بار حضرت عمرؓ آپ سے ملنے گئے۔ ایک لڑکا بھیج کر اجازت چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ اندر آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مکان سب خالی پڑا ہے اور کوئی زینت کا سامان اس میں نہیں ہے۔ ایک کھونٹی پر تلوار لٹک رہی ہے یا وہ چٹائی ہے جس پر آپؐ لیٹے ہوئے تھے اور جس کے نشان اسی طرح آپؐ کی پُشت مبارک پر بنے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کو دیکھ کر رو پڑے۔ آپؐ نے پوچھا۔ اے عمرؓ! تجھ کو کس چیز نے رُلایا؟ عمرؓ نے عرض کی کہ کسریٰ و قیصر تو تنعُّم کے اسباب رکھیں اور آپؐ جو خدا تعالیٰ کے رسول اور دو جہان کے بادشاہ ہیں اس حال میں رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمرؓ! مجھے دنیا سے کیا غرض۔ مَیں تو اُس مسافر کی طرح گزارہ کرتا ہوں جو اُونٹ پر سوار منزلِ مقصود کو جاتا ہو۔ ریگستان کا راستہ ہو اور گرمی کی سخت شدت کی وجہ سے کوئی درخت دیکھ کر اس کے سایہ میں ستا لے اور جونہی کہ ذرا پسینہ خشک ہوا ہو وہ پھر چل پڑے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 51 ایڈیشن 1988ء)

سامعین! ایک سفر کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھڑی آپؐ کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئی۔ آپ اُس وقت اونٹ پر سوار تھے۔ صحابہؓ نے کوشش کی کہ وہ چھڑی اُٹھا کر حضورؐ کو دے دیں مگر آپؐ خود اونٹ سے اُترے اور چھڑی پکڑ کر دوبارہ اونٹ پر سوار ہوئے۔ ایک دفعہ ایک یہودی نے حضرت موسیٰؑ کو آپؐ پر افضل قرار دیا اور مسلمان آپؐ کو افضل قرار دے رہا تھا جس پر دانوں کے درمیان جھگڑا بڑھ گیا۔ جب آنحضورؐ کے پاس یہ معاملہ آیا تو فرمایا لَا تُفَضِّلُوْا نِیْ عَلٰی مُوسٰی (بخاری) کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ آپؐ کو کسی نے یَا خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ یعنی تمام مخلوق میں سے سب سے بہتر کہہ کر پکارا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ تو ابراہیمؑ تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ: 178)

چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولا اسی میں ہے

تکبّر سے نہیں ملتا وہ دلدار
مِلے جو خاک میں اُس کو ملے یار

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے

عجب ناداں ہے وہ مغرور و گمراہ
کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ

بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

سامعین! اب حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادات وخصائل کو عاجزی وانکساری کے آئینہ میں دیکھتے ہیں۔

آپؑ کی سیرتِ قدسیہ اور اوصاف کریمانہ جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا کے مضمون سے لبریز ہیں۔ آپ کی تمام زندگی انتہائی سادگی، عاجزی وفروتنی اور انکساری سے گزری۔ آپؑ اپنی مجالس میں آنے والے دوستوں سے انتہائی محبت سے ملتے۔ آپؑ کے قول وفعل سے بڑا پن یا بڑے آدمی کا تاثر نہ ملتا۔ آپؑ کے بڑے صاحبزادے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری۔ ایک دفعہ آپ ایک یکّہ پر سوار ہو کر بٹالہ جا رہے تھے۔ رقم کی ادائیگی ہو چکی تھی۔ آپ کو نہر کا پل پار کر کے یاد آیا کہ کوئی چیز گھر رہ گئی ہے۔ آپؑ یکّہ والے کو نہر پر کھڑا کر کے قادیان پیدل آئے۔ اتنے میں یکّہ والے کو بٹالہ کی سواریاں مل گئیں اور وہ چل دیا۔ جس پر آپؑ پیدل بٹالہ پہنچے۔ اگلے روز مکرم مرزا سلطان احمد صاحب نے یکّہ والے کو بُرا بھلا کہا اور سختی بھی کی اور کہا کہ اگر مرزا نظام الدین صاحب ہوتے تو تم کو خواہ تین دن وہاں ٹھہرنا پڑتا تو ضرور ٹھہرتے۔ ایک نیک اور درویش طبع آدمی کی تم نے کوئی خاطر نہیں کی۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کو علم ہوا کہ یکّے والے کے ساتھ سختی ہوئی ہے تو آپؑ نے فرمایا "وہ میری خاطر کیسے بیٹھا رہتا اُسے مزدوری مل گئی اور وہ چلا گیا۔"

(حیاتِ طیبہ صفحہ 15-16)

سامعین! ایک دفعہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب دوپہر کے وقت اندر مکان میں ایک چارپائی پر لیٹ گئے آپؑ وہاں ٹہل رہے تھے۔ ایک دفعہ مولوی صاحب جاگے تو آپؑ فرش پر چارپائی کے پاس لیٹے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب ادب سے گھبرا کر اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ آپؑ نے بڑی محبت سے پوچھا کہ کیوں اُٹھ بیٹھے ہیں؟۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ آپؑ نیچے سوئے ہیں مَیں اُوپر کیسے سو سکتا ہوں مُسکرا کر فرمایا۔

"مَیں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا اور بچوں کو شور کرنے سے روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔"

(صداقت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 160 از حضرت مرزا عبد الحق)

سامعین! مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں آپ کے وقت کا بہت سا حصہ خرچ ہو جاتا تھا۔ قادیان کے گردونواح کی گنوار عورتیں دوائی کے لیے آ جاتیں تو آپ دوسرے کام چھوڑ کر اس طرف توجہ فرماتے ایک دفعہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے خود اپنے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر کہ دو تین گھنٹے اسی میں صرف ہوئے ہیں اسے تضیعِ اوقات سمجھ کر عرض کیا تو فرمایا۔

"یہ بھی ویسا ہی دینی کام ہے یہاں کوئی ہسپتال نہیں مَیں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھتا ہوں جو وقت پر کام آ جاتی ہیں یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پروانہ ہونا چاہیئے۔"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولانا عبد الکریم صفحہ 38)

آپؑ فرماتے ہیں:

"انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبّر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبّر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔"

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 63)

پھر فرماتے ہیں کہ

"تکبّر سے بچو...... تکبّر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ مَیں خدا کی روح سے بولتا ہوں ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقل مند یا زیادہ ہنر مند ہے وہ متکبّر ہے کیونکہ وہ خدا کو سر چشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر علم اور عقل دے دے۔"

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 402)

حضرت مسیح موعودؑ اپنے ایک اور شعر میں فرماتے ہیں:

بد تر بنو تم ہر ایک سے اپنے خیال میں
کہ شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

سامعین! اپنی تقریر میں تکبّر اور خودی کی طرف واپس آتے ہوئے ایک سبق آموز حدیث بیان کرتا ہوں۔
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی عضباء کسی کو آگے نہیں بڑھنے دیتی تھی۔ ایک دفعہ ایک دیہاتی نوجوان کی اونٹنی نے اِسے مات دے دی جس کا صحابہ کو بہت افسوس ہوا تو آپؐ نے اس افسوس کو بھانپ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ دنیا میں جو بلند ہوتا ہے بالآخر اللہ تعالیٰ اس کے غرور کو توڑنے کے لئے اسے نیچا دکھاتا ہے۔

(صحیح بخاری،کتاب الجہاد)

گھروں کے باہر جو باڑ لگائی جاتی ہے اس کی کٹائی کے بعد اکثر سرکنڈے یا ٹہنیاں اپنی روٹین میں بڑھتی ہیں مگر ایک آدھ ٹہنی بہت تیزی سے اپنا سر باہر نکالتی نظر آتی ہے۔ ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ وہ پھر محفوظ بھی نہیں رہتی۔ کوئی راہگیر یا پھر مالی ہی اُسے مسل دیتا ہے۔ پاکستان میں چونکہ اکثر باہر سڑکوں پر کھڑے ہونے کا رواج ہے تو کھڑے کھڑے ہمارا ہاتھ اسی سرکنڈے پر جاتا ہے جو نمایاں نظر آ رہا ہوتا ہے اور ہم ایک دوسرے سے گفتگو میں مگن اُسے ہاتھوں سے مسل دیتے ہیں۔
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ جرمنی 2021ء کی اختتامی اجلاس میں مؤرخہ 9 اکتوبر کو جو بصیرت افروز خطاب فرمایا اس میں بھی تکبّر اور عاجزی کے مضمون کو بہت پُر حکمت اور خوبصورت انداز میں اجاگر کرتے ہوئے فرمایا۔
”اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی حاصل کرنے والوں کی ایک یہ نشانی بھی بتائی ہے کہ وہ تکبّر نہیں کرتے، تکبّر ایک بہت بڑی بیماری ہے جس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر ہم تکبّر کی وجوہات تلاش کریں تو ایک بہت بڑی وجہ فخر کرنا نظر آتا ہے، اپنے آپ کو کچھ سمجھنا، اپنی ذات پر فخر ہے، اپنی قومیت پر فخر ہے، اپنی دولت پر فخر ہے، اپنے علم پر فخر ہے، اپنی اولاد پر فخر ہے کہ زیادہ اولاد ہونا یا اُس کا لائق ہونا اور اِس طرح کی مختلف چیزیں ہیں۔
یہ فخر اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنے کا یا تکبّر کا بیج بوتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ چیزیں نہ انسان کے لئے فخر کی جگہ ہیں، نہ بہتر سمجھنے کا معیار ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:14) یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔“

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی، مورخہ 9 اکتوبر 2021ء)

سامعین! آج کے ماحول میں جہاں دہریت سر اٹھا رہی ہے اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو اس جیسے اہم موضوع پر خطبہ دے کر اللہ کی طرف جھکنے کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔
دنیا میں نشوونما کا مٹی کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ حتّٰی کہ تخلیق انسانی اور اس کے ارتقاء کے لیے اللہ تعالیٰ نے تُرَابٍ (آل عمران:60) طِيْنٍ (الانعام:3)، طِيْنٍ لَّازِبٍ (الصافات:12) اور صَلۡصَالٍ (الحجر:27) کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جن کے کسی نہ کسی رنگ میں معانی مٹی کی مختلف کیفیتوں کے ہیں۔
انسان کا آغاز بھی مٹی سے ہے اور مرنے کے بعد بھی مٹی ہی اس کا مقدّر ہے۔ مٹی در حقیقت ایک انکساری اور عاجزی کی علامت ہے۔ دنیا بھر کی قوموں میں سے کسی کو سلیوٹ کرنے اور آداب سے ملنے کی اداؤں اور حرکات کا جائزہ لیں تو ان میں زمین کی طرف جھکنے کا طرز ملتا ہے۔ حضور نے خطبہ جمعہ میں کتے کی مثال دی ہے کہ وہ اپنے مالک کی محبت چاہنے کے لیے اس کے قدموں پر سر رکھ دیتا ہے۔
ایک بیج یا دانہ جب زمین میں ڈالا جاتا ہے تو وہ نشوونما پانے کے لیے اپنی اصلی حیثیت یا Shape کھو دیتا ہے۔ مٹی میں مل جاتا ہے۔ پھر اس کے اندر سے زندگی نکلتی ہے۔ جو دوسروں کو زندگی دینے کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔
شاعر کہتا ہے:

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

اس مضمون کو انسان کو ہر وقت اپنے اوپر لاگو کرتے رہنا چاہیے۔ انسان نے اگر پنپنا ہے، اگر نشوونما پانا ہے، اگر آگے بڑھنا ہے، اگر بڑا ہونا ہے اور اعلیٰ مرتبہ پانا ہے تو اسے اللہ کے حضور سرنگوں ہونا پڑتا ہے۔ اپنے آپ کو مٹی میں ملانا پڑتا ہے۔ کبھی اکڑ کر یا سینہ تان کر بلندی کا سفر طے نہیں ہوتا۔ کوہ پیمان جھک کر ہی پہاڑ سر کرتے

ہیں۔ ہائیکنگ کرنے والوں کے ہاتھوں میں ہمیں کھونٹی ہی دکھائی دیتی ہے جو انسان کو جھکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اکڑ کے مضمون کو ہم تکبّر، اَنا وغیرہ سے تعبیر کر سکتے ہیں جو خدا کو اور اس کے رسولؐ کو بہت ناپسند ہیں۔

انسان بھی اگر دانے یا بیج کی طرح اپنے آپ کو فنا کر لے تو اس کی جڑیں زمین میں پیوست ہوتی جاتی اور وہ خود شاخوں کی طرح آسمان سے باتیں کرتا ہے۔

سامعین! بس عاجزی اختیار کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکو، اس کی عبادت کرو۔ تو عاجزی سمیت تمام اخلاق پیدا ہوتے چلے جائیں گے، اِنْ شَآءَ اللّٰہُ۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"پانچ وقت اپنی نمازوں میں دعا کرو۔ اپنی زبان میں بھی دعا کرنی منع نہیں ہے۔ نماز کا مزا نہیں آتا ہے جب تک حضور نہ ہو اور حضورِ قلب نہیں ہوتا ہے جب تک عاجزی نہ ہو۔ عاجزی جب پیدا ہوتی ہے جو یہ سمجھ آجائے کہ کیا پڑھتا ہے۔ اس لئے اپنی زبان میں اپنے مطالب پیش کرنے کے لئے جوش اور اضطراب پیدا ہو سکتا ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 434)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو بہت اچھوتے انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:

"نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں۔ مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا۔ اس کے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیاز مندی کی حالت دکھاتا ہے۔ اسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا نرے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ اس لئے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے۔ جب انسان نیاز مندی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔ جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ کتّے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آکر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 ایڈیشن 2022ء صفحہ 79)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 16/دسمبر 2022ء کو دعا کی اہمیت و برکات پر ایک خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں مختلف مثالیں بیان فرما کر حضور انور نے اپنے خالق کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اِن میں سے ایک مثال حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں یوں بیان فرمائی ہے کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیاوی مثالوں کے ساتھ دعا کرنے والے کے صبر کی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دیکھو! دعا کی ایسی ہی حالت ہے جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بو آتا ہے۔ اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبا دیا۔ اس وقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشو نما پا کر پھل لائے گا۔ باہر کی دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اندر ہی اندر زمین میں ایک پودا کی صورت اختیار کر رہا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودا بننے لگتا ہے اور تیار ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا سبزہ اوپر نکل آتا ہے۔ بیج کی ایک خصوصیت ہے پہلے اس کی جڑیں نکلتی ہیں جڑیں زمین میں پیوست ہو جاتی ہیں پھر باہر کو نپلیں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں اور دوسرے لوگ بھی اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو! وہ دانہ جس وقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی تیاری کرنے لگ گیا تھا مگر ظاہر بین نگاہ اس سے کوئی خبر نہیں رکھتی اور اب جبکہ اس کا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا۔ لیکن ایک نادان بچہ اس وقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو اپنے وقت پر پھل لگے گا۔ اب پودا نکل آیا اب پھل لگنے کا مرحلہ باقی ہے۔ نادان بچہ یہ سمجھے گا کہ اس کو تو پھل لگ نہیں سکتا یہ چھوٹا سا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ کیوں اسی وقت اس کو پھل نہیں لگتا مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اس کے پھل کا کونسا موقع ہے۔ وہ صبر سے اس کی نگرانی کرتا اور غور و پرداخت کرتا رہتا ہے اور اس طرح پر وہ وقت آجاتا ہے کہ جب اس کو پھل لگتا ہے اور وہ پک بھی جاتا ہے یہی حال دعا کا ہے اور بعینہٖ اسی طرح دعا نشو و نما اور مثمر بثمرات ہوتی ہے۔ جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنے والے مآل اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ دور اندیش لوگ جو ہیں نتیجہ کو صبر سے دیکھنے والے لوگ جو ہیں وہ مستقل مزاجی سے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں دعاؤں میں لگے رہتے ہیں اور اپنے مقصد کو پالیتے ہیں۔"

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”عہدیداروں کو پھر مَیں یہ کہتا ہوں کہ لوگوں کے لئے پیار اور محبت کے پَر پھیلائیں۔ خلیفہ وقت نے آپ پر اعتماد کیا ہے اور آپ پر اعتماد کرتے ہوئے اس پیاری جماعت کو آپ کی نگرانی میں دیا ہے۔ ان کا خیال رکھیں۔ ہر ایک احمدی کو یہ احساس ہو کہ ہم محفوظ پَروں کے نیچے ہیں۔ ہر ایک سے مسکراتے ہوئے ملیں چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔“

(خطبہ جمعہ 31/دسمبر 2004ء)

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں۔

”نظام جماعت کی ذمہ داری ادا کرتے وقت اپنی اناؤں اور خواہشات کو مکمل ختم کر کے خدمت سرانجام دینے کی طرف توجہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے اور پہلے سے بڑھ کر ضرورت ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر غصّہ میں آجانے کی عادت کو عہدیداران کو ترک کرنا ہو گا اور کرنا چاہئے۔ جماعت کے احباب سے پیار، محبت کے تعلق کو بڑھانے، ان کی باتوں کو غور اور توجہ سے سننے اور ان کے لئے دعائیں کرنے کی عادت کو مزید بڑھانا چاہئے۔ تبھی سمجھا جاسکتا ہے کہ عہدیداران اپنی ذمہ داریاں مکمل طور پر ادا کر رہے ہیں یا کم از کم ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں...... یہ ذہن میں رکھیں کہ لوگوں سے نرمی سے پیش آنا ہے۔ ان کے دل جیتنے ہیں، ان کی خوشی غمی میں ان کے کام آنا ہے۔ اگر آپ یہ فطری تقاضے پورے نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے عہدیدار کے دل میں تکبر پایا جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 5/دسمبر 2003ء)

فرمایا:

”تم عاجزی دکھانے والے تب شمار کئے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے تب ہو گے جب تم اپنے سے نفرت کرنے والوں سے بھی محبت کرو، جب ضرورت ہو تو اُن کے کام آؤ اور اُن کے لئے دعا کرو اور پھر دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنے والے بنو۔ غلطیوں کی وجہ سے کسی کے پیچھے نہ پڑ جاؤ اور اُن کی تشہیر نہ کرتے پھرو۔ کسی کی غلطی کو دیکھ کر دوسروں کو بتاتے نہ پھرو بلکہ پردہ پوشی کی بھی عادت ڈالو...... اپنے دل کو ٹٹولتے رہو، اُس کو پاک رکھنے کی کوشش کرو، اپنا خود محاسبہ کرتے رہو۔ کسی کے لئے بھی دل میں کینہ، نفرت، بغض، حسد وغیرہ نہ ہو۔ کیونکہ اگر یہ چیزیں دل میں ہیں تو اِس کا مطلب یہی ہے کہ دل بڑائی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے اور اُس میں عاجزی نہیں ہے۔ پھر کسی کو اپنی باتوں سے دکھ نہ دو اور ہر ایک کی عزت کرو۔ چاہے کوئی غریب ہو، فقیر ہو، کم طاقت کا ہو یا ماتحت ہو یا ملازم ہو سب کی عزت کرو۔ پھر سلام کہنے کی عادت ڈالو۔ اِس سے بھی معاشرے میں محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہوتی ہے اور عاجزی اور انکساری میں بڑھنے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں، اپنے اندر بھی اور دوسرے ماحول میں بھی...... یہ کام تو بہت مشکل ہے اور یہ تب ہی کر سکتے ہو جب گویا کہ اپنے آپ کو مار لیا، اپنے نفس کو بالکل ختم کر دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں ہو سکتا اِس لئے ہمیشہ اُس کا فضل مانگتے رہو۔ اُس کے سامنے جھکے رہو اور دعائیں کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عاجزی اور انکساری کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 20-21)

اے کرم خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرت رب غیور کو
بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں
چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(خطبہ جمعہ 2 جنوری 2004ء)